THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

پیر محمد کرم شاہ کا عقلی اسلوبِ تفسیر: ضیاء القرآن کا مطالعہ

A STUDY OF THE RATIONAL EXEGETICAL METHOD OF PIR MUHAMMAD KARAM SHAH AL-AZHARI IN *ZIA-UL-QURAN*

Amjid Ali
Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies & and Sharia, MY University, Islamabad, Email. amjidchishti786@gmail.com

Muhammad Naveed
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies & and Sharia, MY University, Islamabad, Email. h.m.naveed91@gmail.com

Abstract:
This study explores the rational exegetical approach of Pir Muhammad Karam Shah as reflected in his renowned tafsir Zia-ul-Quran. *It aims to analyze the distinctive features of his intellectual methodology and the manner in which he integrates reason (ʻaql) with traditional sources in Qur'anic interpretation. The research highlights how Pir Muhammad Karam Shah employs logical argumentation, contextual analysis, and contemporary understanding to address theological, social, and intellectual issues. Furthermore, the study examines his balanced approach in harmonizing reason and revelation, avoiding extremes of pure rationalism and rigid literalism. By evaluating selected examples from* Zia-ul-Quran, *this paper demonstrates that his tafsir represents a coherent and moderate model of rational exegesis that remains relevant for modern readers.*

Keywords:
Pir Muhammad Karam Shah, Zia-ul-Quran, Rational Exegesis, Tafsir Methodology, Use of Reason, Qur'anic Interpretation, Islamic Thought, Intellectual Approach

مقدمہ

قرآنِ مجید کی تفسیر میں ہر دور کے مفسرین نے اپنے علمی و فکری رجحانات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کیے ہیں، اور برصغیر کے ممتاز مفسر پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا شمار ان اہلِ علم میں ہوتا ہے جنہوں نے روایت اور درایت کے امتزاج کے ساتھ ایک معتدل اور مؤثر اسلوبِ تفسیر پیش کیا۔ ان کی معروف تفسیر ضیاء القرآن علمی گہرائی، سلاستِ بیان اور بالخصوص عقلی استدلال کے حسین امتزاج کا نمونہ ہے، جس میں انہوں نے جدید دور کے فکری و سائنسی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے آیاتِ قرآنی کی تشریح اس انداز میں کی کہ قاری کے ذہنی اشکالات دور ہوں اور اسے دینی و فکری اطمینان حاصل ہو۔ زیرِ نظر موضوع "پیر محمد کرم شاہ کا عقلی اسلوبِ تفسیر: ضیاء القرآن کا مطالعہ" اسی پہلو کی وضاحت کے لیے پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں عقل و استدلال کو کس متوازن انداز میں استعمال کرتے ہوئے جدید چیلنجز کا جواب دیا اور قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو عصرِ حاضر سے ہم آہنگ کیا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری کا تعارف اور علمی مقام

ہر دور میں عالمِ اسلام کی نامور مختلف شخصیات موجود رہی ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانے کے تمام چیلنجز کا مقابلہ کیا بلکہ ان کا حل بھی پیش کیا۔ ہر زمانے میں امت کے مسائل رہے ہیں اور رہیں گے۔ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو مسائل کا ادراک تو رکھتے ہیں لیکن ان کو حل کرنے کی صلاحیت ان میں مفقود ہوتی ہے۔ تاہم جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا شمار ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مسائل کو نا صرف سمجھا بلکہ ان کا حل بھی امت کو پیش کیا۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ولادت

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

پروفیسر حافظ احمد بخش[1] اپنی تالیف "جمال کرم"[2] میں آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں پورے عزم کے ساتھ لکھتے ہیں کہ آپ کی پیدائش 21 رمضان المبارک 1336 بمطابق یکم جولائی 1918ء شب دوشنبہ بعد نماز تراویح بھیرہ ضلع سرگودہا میں ہوئی۔[3] جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے اکثر تذکرہ نگاروں نے جمال کرم کے اس بیان پر اعتماد کرتے ہوئے 21 رمضان المبارک 1336 ہجری بمطابق یکم جولائی 1918ء دوشنبہ کی شب کو آپ کا یومِ ولادت قرار دیا ہے۔

نام ونسب

اس بات پر سب کا تقریباً اتفاق ہے کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے جد امجد پیر امیر شاہؒ نے پیر دا کھارا پیر کرم شاہ کی مناسبت سے آپ کا نام "محمد کرم شاہ" تجویز کیا۔[4]

کنیت ولقب

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی کنیت آپ کے بڑے صاحبزادے پیر محمد امین الحسنات شاہ کے نام کی مناسبت کی وجہ سے ابوالحسنات ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی علمی وروحانی خدمات کی بدولت اور خانوادہ سیال کی عقیدت ومحبت اور تعلق خاطر کی وجہ سے آپ کو "ضیاء الامت"[5] کا لقب دیا گیا ہے۔ خواجہ ضیاء الدینؒ آپ کے شیخ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات، ضیاء القرآن، ضیاء النبی، ضیائے حرم میں ضیاء قدر مشترک ہے۔

اولاد

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی شادی آپ کے چچا کی صاحبزادی غلام حفصہ سے ہوئی آپ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کو چھ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا کیں۔[6]

تعلیم کی ابتداء

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تعلیم کا آغاز روایتی اسلامی انداز کے مطابق قرآنِ کریم سے ہوا، جہاں آپ نے کم عمری میں ناظرہ قرآن متعدد جید اساتذہ مثلاً حافظ دوست محمد[7]، حافظ مغل، حافظ بیگ اور حافظ کرم علیؒ سے پڑھا، جن میں سے بعض نابینا ہونے کے باوجود تدریسِ قرآن میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ابتدائی عصری تعلیم کا آغاز آپ کے والد کے قائم کردہ ادارہ محمدیہ غوثیہ سے ہوا، جہاں 1925ء تا 1929ء تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے 1936ء میں میٹرک کیا، اس دوران چوہدری ظفر احمد، چوہدری جہانداد، فرمان شاہ، قاضی محمد صدیق اور شیخ خورشید احمد جیسے اساتذہ سے استفادہ کیا۔[8] ساتھ ہی دینی علوم کا سلسلہ بھی جاری رہا اور مولانا قاسم بالاکوٹی، مولانا عبدالحمید اور مولانا محمد دین سے عربی، فارسی اور فلسفہ کی کتب پڑھ کر علمی بنیاد مضبوط کی۔ بعد ازاں 1940ء میں ایف اے، 1941ء میں اورینٹیل کالج لاہور میں داخلہ لے کر فاضل عربی میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور پورے پنجاب میں اول پوزیشن حاصل کی، جبکہ 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے بھی کیا۔ اورینٹیل کالج میں الشیخ محمد عربی، رسول خان اور مولانا نورالحق جیسے اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، جہاں آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں کو خاص طور پر سراہا گیا۔[9] مزید دینی تخصص کے لیے مانسہرہ میں مولانا حمید الدین سے اہم کتبِ اصول پڑھیں۔[10] اور 1942ء میں خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کے مشورے سے مراد آباد جاکر مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ سے بخاری شریف اور دیگر کتبِ حدیث کی تکمیل کی، یوں آپ کی تعلیمی زندگی دینی وعصری علوم کے حسین امتزاج کا جامع نمونہ بن کر سامنے آتی ہے۔

دورہ حدیث شریف

دورہ حدیث شریف کے لئے 1942ء میں خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کے مشورہ سے مراد آباد تشریف لے گئے اور مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ سے بخاری شریف اور بعض دورہ حدیث کی کتب پڑھیں۔ ڈاکٹر افتخار الحسن میاں (ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) لکھتے ہیں:

"دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دورہ حدیث شریف کے لئے 1943ء میں مراد آباد بھارت میں اس وقت کے نامور شیخ الحدیث اور ولی کامل اور امام احمد رضا خانؒ کے خلیفہ مجاز مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، دورۂ حدیث شریف کی اختتامی تقریب میں صدر الافاضل نے آپ سے فرمایا: آج میرا دل مطمئن ہو گیا ہے اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے جو امانت میرے سپرد کی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

، آج وہ میں نے اس کے اہل شخص کے حوالے کر دی ہے۔"[11]

جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا، البتہ اوّلیت دینی تعلیم کو ہی رہی، والد گرامی تو چاہتے تھے کہ آپ ساری توجہ دینی علوم کی طرف مبذول رکھیں۔ مگر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ دونوں طرح کی تعلیمات کو ضروری خیال کرتے تھے اور اس لئے آپ نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے 1940ء میں ایف اے، 1945ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ درج بالا وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد گرامی کو آپ کی اعلی تعلیم کا کس قدر ذوق و شوق تھا اور آپ نے اس کے عمدہ سے عمدہ ترین انتظامات کیے اور ذاتی آسائشوں پر اپنے بیٹے کی تعلیم اور خدمتِ دین کو مقدم رکھا اور دوسری طرف فرزند ارجمند نے بھی اپنے مشفق باپ کو مایوس نہیں کیا۔

مصر روانگی

ڈاکٹر افتخار الحسن میاں کے الفاظ ہیں: "قیام پاکستان کے بعد جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ایک بار پھر اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ 1951ء میں عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی جامعہ الازہر مصر تشریف لے گئے اور 1954ء تک مقیم رہے، اور وہاں مقیم رہ کر اسلامی قانون میں ایم اے آنرز اور اسلامی نظام عدل میں تخصص کیا، یہ چھ سالہ کورس انہوں نے انتہائی جگر کاوی سے کام لے کر ساڑھے تین سال کے قلیل عرصہ میں مکمل کیا اور الازہر یونیورسٹی میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔"[12]

پروفیسر حافظ احمد بخش نے قیام ازہر کے حالات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے نہ صرف جامع الازہر سے اکتساب علم کیا بلکہ بعض دوسرے تعلیمی اداروں سے بھی فیض یاب ہوئے۔ پروفیسر احمد بخش لکھتے ہیں:

> "الازہر یونیورسٹی میں آپؒ کا داخلہ فقہ اور اصول فقہ میں ہوا۔ بقول جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں: پہلا سال بہت تسلی بخش رہا، دوسرے سال محسوس ہوا کہ نصاب ناکافی ہے اس لئے مزید علم حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے، چنانچہ آپ نے الازہر کے ساتھ ساتھ قاہرہ یونیورسٹی میں ایم اے میں داخلہ لیا۔ ایم اے کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا اور پھر قاہرہ یونیورسٹی میں ایم۔ فل میں داخلہ لیا جو کہ تخصص فی القضاء کے شعبہ میں ہوا اور اس کے لئے آپ کے مقالہ کا عنوان "الحدود فی الاسلام" تھا۔"[13]

نامور اساتذہ سے اکتساب

قیامِ مصر کے دوران آپ نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شیخ محمد ابوزہرہؒ، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ شلبیؒ، انیس عبادہؒ، محمد البناؒ، احمد زکیؒ[14] ان کے علاوہ کئی اور اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا لیکن زیادہ تر مذکورہ اساتذہ سے علوم حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اعزازات

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ برصغیر کے اُن ممتاز علماء و مفکرین میں شمار ہوتے ہیں جنہیں علمی، دینی اور قومی سطح پر متعدد نمایاں اعزازات اور ذمہ داریاں حاصل رہیں۔ جیسا کہ حافظ محمد نعیم الدین کی مختصر مگر جامع تصنیف "فروغِ علم میں مدارس دینیہ کا کردار" میں مذکور ہے، آپ نہ صرف آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف کے سجادہ نشین تھے بلکہ 1957ء میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ فرما کر اس کے پرنسپل کے فرائض بھی انجام دیے۔ آپ نے اشاعتی میدان میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی بنیاد رکھی اور ضیائے حرم و شاہین جیسے مجلات کی سرپرستی فرمائی۔ قومی سطح پر آپ مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن (1971ء–1986ء) اور بعد ازاں چیئرمین (1981ء–1986ء) رہے، جبکہ وفاقی شرعی عدالت (1980ء–1982ء) اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ مزید بر آں آپ مختلف تعلیمی و تحقیقی اداروں مثلاً انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، اور آزاد کشمیر کے ادارۂ ہائر اسلامک اسٹڈیز کے بورڈز میں شامل رہے۔ آپ وفاقی علماء بورڈ، نیشنل ہجری کونسل، اور عالمی سطح پر جنیوا میں قائم مذہبی سپروائزری بورڈ کے رکن بھی رہے۔ دینی و سیاسی میدان میں آپ سنی سپریم کونسل کے سرپرست اعلیٰ، جمعیت علمائے پاکستان (پنجاب) کے صدر، اور ضیاء الامت فاؤنڈیشن پاکستان کے امیر رہے، جبکہ مختلف قومی کمیشنز اور تعلیمی اصلاحاتی کمیٹیوں میں بھی فعال کردار ادا کیا۔ ان تمام ذمہ داریوں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت علمی قیادت، دینی خدمات اور قومی رہنمائی کا ایک جامع اور مؤثر نمونہ تھی۔[15]

ایوارڈز

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کو پاکستان اور مصر کی جانب سے خدمات کے اعتراف میں ایوارڈز دیئے گئے۔

- صدر پاکستان کی جانب سے "ستارۂ امتیاز" دیا گیا۔
- خدمات کے اعتراف میں مصر کے صدر حسنی مبارک نے "نوط الامتیاز" کا ایوارڈ دیا۔
- محکمہ ڈاک کی طرف سے آپ کی خدمات کے اعتراف میں اعزازی ٹکٹ جاری کیا گیا۔[16]

وطن واپسی

1954ء میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ مصر سے واپس تشریف لائے اور بقول پروفیسر حافظ احمد بخش اڑھائی سال کا عرصہ مختلف مصروفیات میں گذرا۔ اس دوران آپ نے کئی پروگرام تشکیل دیے اور انہیں ضبط تحریر میں لائے اور بالآخر عملی زندگی کا آغاز کر دیا۔ ڈاکٹر افتخار الحسن میاں لکھتے ہیں:

"1957ء میں حضرت ضیاء الامتؒ کے والد ماجد کے وصال کے بعد آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی جملہ علمی وروحانی ذمہ داریاں آپ کو تفویض ہوئیں تو آپؒ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو نئے خطوط پر استوار کرنے کا بیڑا اٹھایا۔"[17]

حیرت افزاء بات ہے کہ صدیوں تک مسلمانوں کے ہاں کوئی مرتب نصاب موجود نہیں رہا، اساتذہ شاگردوں کی افتادِ طبع اور اہلیت کو دیکھ کر ان کے لئے کتب منتخب کرتے، خود طلبہ اپنے لئے کسی کتاب کا انتخاب کرتے۔ تعلیم کی ابتداء قرآن کریم کی تعلیم سے ہوتی۔ لیکن آج کے دور کی طرح محض ناظرۃ القرآن پر اکتفاء نہیں کیا جاتا تھا بلکہ عربی زبان سے پوری آگاہی کے بعد قرآن کریم مختلف قراتوں کے ساتھ پڑھایا جاتا اور قرآن میں پوری طرح ادراک پیدا کرنے کی سعی کی جاتی۔ ازیں بعد مختلف علوم کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتے اور ماہرین فن سے اکتساب فیض کرتے۔ ایسا نہیں تھا کہ پوری اسلامی دنیا میں کوئی ایک ہی مرتب نصاب ہو جس کی پابندی ہر طالب علم اور اساتذہ پر لازم ہو۔

ایسے میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے ضرورت محسوس کی کہ ایسا نصاب و نظام تعلیم متعارف کرانا چاہیے جو اس تفریق کو ختم کر دے اور اتحاد بین المسلمین کا ذریعہ ثابت ہو۔ اور مدارس کا نصاب اس نہج پر مرتب کیا جائے کہ دینی علوم سے بہرہ ور لوگ جدید علوم سے بھی پوری طرح آگاہ ہوں تاکہ وہ اپنے دور کے بدلتے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ اور دین کی عملی تطبیق کو ممکن اور موثر بنا سکیں۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لئے ایک اجتہادی کوشش کی۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر افتخار الحسن میاں لکھتے ہیں:

"آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی سب سے پہلے درس نظامی کے صدیوں پرانے نصاب تعلیم کو از سر نو مرتب کرنے کا فیصلہ کیا اور انتہائی قلیل مدت میں ایک ایسا نصاب تیار کیا جو جدید عصری اور قدیم دینی علوم کا حسین امتزاج تھا۔"[18]

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تحریر و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آپ نے ایسی مایہ ناز کتب تصنیف کیں۔ انہوں نے اہل علم سے دادِ تحسین وصول کیا اور فکری کجی کو دور کرنے اور امت کو متحد کرنے میں بہت نمایاں ثابت ہوئیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تصانیف میں ضیاء القرآن، ضیاء النبی، سنت خیر الانام، مقالات ضیاء الامت کے علاوہ کئی اور باوقار تحریریں بھی ہیں۔

ضیاء القرآن" میں پیر محمد کرم شاہ کا تفسیری منہج

آپ کی دوسری معروف تصنیف ضیاء القرآن ہے جو پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ پروفیسر حافظ احمد بخش لکھتے ہیں:

"تفسیر ضیاء القرآن کا کام جو 29 فروری 1960ء کو شروع ہوا تھا۔ بفضلہ تعالیٰ 23 اگست 1979ء بروز جمعرات مکمل ہوا۔ اس حوالہ سے یہ مدت 19 سال 6 ماہ بنتی ہے۔"[19]

ترجمہ کے علاوہ تفسیر کے بارے میں بھی اہل علم نے اپنی نگارشات قلم بند کی ہیں اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان حضرات میں ہر مسلک اور ہر طبقہ کے لوگ موجود ہیں۔ ذیل میں ان حضرات کی تفسیر ضیاء القرآن کے بارے میں آراء کو پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی تحریر کرتے ہیں:

"مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ الحمد للہ تفسیر ضیاء القرآن مکمل ہو گئی ہے اور طباعت کے ظاہری حسن اور معنوی خوبیوں کے ساتھ یہ مایہ ناز

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

تفسیر دوبارہ منظر عام پر آئی ہے۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا یہ قابل قدر اور قابل فخر کارنامہ ہے اور ہم سب کے لئے انتہائی باعث فخر ومبارک ہے۔ میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس قابل غور علمی سرمایہ کی قدر افزائی کریں اور اس کو پڑھ کر دین ودنیا کو سنواریں۔ میں سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ ان شاءاللہ العزیز یہ تفسیر انتہائی مقبول ہوگی۔ اس لئے کہ اس کو پڑھ کر انسان نہ صرف علوم قرآنی سے آگاہی حاصل کرے گا بلکہ وہ روحانی سکون اور سرور بھی حاصل کر سکے گا۔ کیونکہ اس میں روحانی غذا بھی موجود ہے۔"[20]

پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ نے اب Reference Book کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔"[21]

تفسیر ضیاء القرآن کا اسلوب بلاشبہ اپنے دور کے حوالے سے ایک منفرد اور ممتاز اسلوب ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے جہاں قدیم تفاسیر سے پوری طرح استفادہ کیا ہے۔ لغوی تشریحات قلم بند کی ہیں ۔ احادیث سے مطالب کو تقویت دی ہے۔ بلاغی قرینوں کو برتا ہے۔ اور تمام علوم سے آپ کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے وہاں قرآن کریم کے اعجازی، ادبی اور روحانی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ آپ کی تفسیر بلاشبہ تفسیر بالماثور ہے لیکن آپ نے دورِ حاضر کے تقاضوں اور فکر کو بھی کلیۃً نظر انداز نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو جہاں صوفیانہ، عالمانہ، ادیبانہ تفسیر کہنا جائز ہے۔ اپنے دور کے اہل علم وادب اور اہل تصوف وارشاد نے اس تفسیری اسلوب کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی پوری طرح پذیرائی کی۔ پاکستان کے چوٹی کے اہلِ علم وقلم نے آپ کی تفسیری خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان اہل علم کی نگارشات کو یہاں بیان کرنے سے پہلے تفسیر کا ایک مختصر تعارفی خاکہ پیش کرنا مناسب ہوگا۔ یہ تفسیر پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ صفحات کی کل تعداد پینتیس سو(۳۵۰۰) ہے۔

پہلی جلد کے شروع میں مقدمہ ہے جو ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کے آخر میں فہرست مطالب ہے جس کی مدد سے مطلوبہ آیت کو آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ مزید بر آں قیدو بند کے عرصہ میں آپ نے کئی سورتوں کی ابتداء میں ان صورتوں میں موجود مضامین کا خلاصہ بھی تحریر کیا اب محققین اور ناقدین کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی کہتے ہیں:

"جب تک میں نے تفسیر ضیاءالقرآن نہیں پڑھی تھی میں یہ سمجھتا تھا کہ عصری تفاسیر میں تدبر القرآن کا مقابلہ شائد کوئی تفسیر بھی نہیں کر سکتی یعنی میں نے اس میں ادب وانشاء اور جدید تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر تفسیری نکات بیان کئے ہیں لیکن جب تفسیر ضیاءالقرآن پڑھی تو مجھے احساس ہوا کہ اس میدان میں، کوئی مجھ سے بڑی علمی قد کاٹھ کی شخصیت موجود ہے جو عصری تقاضوں کو نسبتاً بہتر انداز میں قرآنی تفسیر کی روشنی میں پیش کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔"[22]

مولانا مفتی محمد خان قادری لکھتے ہیں: "پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اپنی کتاب تفسیر ضیاءالقرآن میں اہل سنت وجماعت کے طبقات کو اتحاد کی راہ دکھائی ہے۔"[23]

مولانا معراج الاسلامؒ (ادارہ منہاج القرآن) لکھتے ہیں: "آپ نئے طرز تحریر کے موجد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا اندازِ تحریر بڑا فکر انگیز ہے۔"[24]

جسٹس (ر) محمد الیاس لکھتے ہیں:

"میں نے تفسیر ضیاءالقرآن شروع سے آخر تک پڑھی ہے۔ مجھے بہت پسند آئی ہے۔ اس میں نہ زیادہ طوالت ہے اور نہ زیادہ اختصار ہے۔ مطلب بالکل واضح، زبان شستہ اور اعلیٰ ہے، ادب کی چاشنی بھی موجود ہے۔ مسلک کے مسائل اس خوبصورتی سے بیان کئے گئے ہیں کہ کسی کی دل شکنی نہیں ہوتی۔ نیز مختلف مسالک کی تفاسیر کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔"[25]

شاہ فرید الحق لکھتے ہیں:

"درحقیقت یہ وہ تفسیر ہے جس سے صاحب قرآن کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ پیر صاحب قابل صد مبارک باد ہیں کہ انہوں نے صاحب قرآن کی شخصیت کو اجاگر کرنے کے لئے اپنی شخصیت کو اس میں گم کر دیا ہے۔"[26]

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس تفسیر میں دوسرے مذاہب و مسالک کی آراء نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خان، مولانا مودودی اور اس طرح کے دوسرے علماء مفسرین کی آراء کو نقل کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر تو انہیں سراہا گیا ہے۔ یہ کوئی اعتراض اور قابلِ تنقید بات نہیں۔ قدیم تفاسیر میں کیا ایسا نہیں کہ علماءِ تفسیر نے مختلف نقطہ ہائے نظر کے حامل علماء کے تفسیری اقتباسات دیے ہیں اور توضیح مطالب میں ان سے مدد لی ہے۔ زمخشری کی آراء سے کونسی تفسیر خالی ہے۔ سب عربی تفاسیر میں ان کی لغوی اور بلاغی آراء نقل ہوئی ہیں۔ بالکل اسی طرح جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا مخالف آراء کو نقل کرنا چندا قابل مذمت نہیں بلکہ یہ تو اس تفسیر کا حسن ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحبِ تفسیر نے کسی طرح کا مذہبی یا مسلکی تعصب نہیں برتا اور ہر بات پوری تحقیق سے کی ہے۔ آپ نے کئی مقامات پر سر سید احمد خان، مولانا مودودی اور بعض دوسرے ہم عصر مفسرین سے نہ صرف لفظی اختلاف کیا ہے بلکہ بعض مقامات پر ان کا ردِ بلیغ بھی کیا ہے۔ چنانچہ دوسروں کی عبارات نقل کرنا کوئی قابلِ مذمت اور قابلِ اعتراض رویہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الحکمة ضالة المؤمن فان وجدها فهوا حق بها او کما قال رسول الله ﷺ[27]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے دور میں جو تفاسیر لکھی جا رہی تھیں، ان میں شعوری طور پر کوششیں ہو رہی تھیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن کریم میں سائنسی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض احباب نے کھینچ تان کر بعض مفروضوں کی تائید پر آیات قرآنی منطبق کیں، لیکن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے انتہائی متانت کا ثبوت دیتے ہوئے خبردار کیا کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے اس لئے اسے سائنس کی کتاب بنانے سے اجتناب کیا جائے کیونکہ سائنسی مفروضے بدلتے رہتے ہیں۔ آج سائنس دان ایک مفروضہ پیش کرتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد خود ہی اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر 33 میں لفظ فلک کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے قدیم علماء کی تصریحات نقل کی ہیں۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

"یہ حقائق جو صدہا سال پہلے علمائے اسلام اپنی نگاہ حقیقت بین اور عقلِ رسا سے بے نقاب کر چکے ہیں۔ ان کی روشنی میں اگر جدید علمائے فلکیات کی تحقیقات کا آپ مطالعہ کریں گے تو آپ کو قرآنِ کریم کے کتابِ الٰہی ہونے کا یقین آ جائے گا اور علمائے اسلام کی دقّتِ نظر اور ان کے علوم کی وسعت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے جس طرح آج کے سائنس دان اپنے پیشروؤں پر تنقید کر رہے ہیں ان کے شاگرد کل اپنے ان استادوں کی غلطیاں نکالنے لگیں۔ اس لیے کسی مومن کو یہ زیبا نہیں کہ قرآن کی صداقت کو وہ تب تسلیم کرے جب جدید تحقیقات کی سند اسے مل جائے بلکہ اس کا یہ پختہ یقین ہونا چاہیے کہ حق وہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ قدیم تحقیقات اور جدید انکشافات کا وہی حصہ درست ہے جس کی تائید قرآن سے ملتی ہے۔ اور جو قرآنِ حکیم کی تصریحات کے خلاف ہے وہ غلط ہے۔ آج نہیں تو کل اس کے علمبردار خود اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر احساسِ کمتری کا مظاہرہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کے لیے قدیم و جدید نظریات کا سہارا ڈھونڈتا پھرے البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ قرآنی حقائق کو سمجھنے کے لیے انتہائی کوشش کی جائے ایسا نہ ہو کہ ہم سنے سنائے نظریات کو قرآن کے نظریات تصور کرنے لگیں اور اس بے خبری کے باعث علم و دانش کی دنیا میں اپنی تضحیک کے ساتھ فرقانِ حمید کی توہین کا بھی سبب بنیں۔"[28]

اردو تفاسیر میں ضیاء القرآن کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں لغوی تشریحات سے صرف نظر نہیں کیا گیا بلکہ جہاں کہیں آپ نے توضیح مطالب کے لئے ضرورت محسوس کی ہے وہاں امہات الکتب کی مدد سے لغوی تشریحات پیش کیں ہیں۔ اس ضمن میں ہر جلد کے آخر میں فہرست مطالب کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد شریف سیالویؒ رقم طراز ہیں:

"حضرت العلامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ضیاء القرآن تصنیف فرما کر نوجوان نسل خصوصاً طلبہ پر احسان عظیم فرمایا ہے، اس سے قبل ہمیں الفاظ قرآن کی لغوی اور صرفی و نحوی تحقیق کے لئے مفرداتِ امام راغب، القاموس، لسان العرب اور المحیط جیسی ضخیم کتب لغت کی ورق گردانی کرنا پڑتی تھی، لیکن مصنف ضیاء القرآن نے ان الفاظ کی تحقیق کر کے اور تفسیر کے ساتھ ان کی فہرست کا اضافہ کر کے ہم طلبہ کے لئے آسانی فرمادی ہے۔ لفظی تحقیق کے علاوہ ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تفسیر عقل و عشق کا حسین امتزاج ہے۔"[29]

اس بات کا اظہار صاحب ضیاء القرآن نے خود بھی مقدمہ میں کر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

"جہاں کہیں کوئی لغوی، نحوی یا صرفی الجھن اور پیچیدگی نظر آئی میں نے کوشش کی ہے کہ آئمہ حق کے مستند اقوال سے اس کا حل پیش کر دوں تاکہ دل میں کوئی خلش باقی نہ رہے۔"[30]

ضیاء القرآن کا ایک اور امتیازی وصف اعتدال ہے۔ آپ نے مختلف فیہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ ایسی آیات کے بارے میں اس انداز سے گفتگو کی جائے کہ قرآن کریم کا تقدس مجروح ہونہ ہی قارئین طرح طرح کے شکوک وشبہات کا شکار ہوں۔ اور نہ ہی ان میں یہ غلط فہمی پیدا ہو کہ قرآن کریم (العیاذ باللہ) انسان کو تفریق کی طرف لے جاتا ہے۔ یا یہ کہ قرآن کریم میں انتہاء پسندی کا رجحان موجود ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے بعض احباب نے قرآن کریم کی تفسیر میں متشددانہ اسلوب اختیار کیا ہے اور مخالف فریق پر بہت زیادہ تنقید کی ہے۔ جب کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے۔ پوری انسانیت کو راہِ مستقیم پر گامزن کرنے کی غرض سے نازل کی گئی ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تفسیر کی یہ خوبی ہے کہ آپ نے کسی بھی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علمی وتحقیقی اسلوب کو ترک نہیں کیا اور انتہائی اختلافی امور کو بھی بیان کرتے ہوئے اعتدال کی راہ کو نہیں چھوڑا۔

مولانا عبد الرشید ارشد لکھتے ہیں:

"مرحوم پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر ضیاء القرآن میں اس امر کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ تنگ نظری اور گروہی تعصبات سے آلودہ نہ ہونے پائے اگر اختلافی مسائل پر اظہار خیال کیا بھی جائے، تو اپنے نقطہ نظر پر اصرار کے باوجود دوسروں پر کسی قسم کی طنز وتعریض کرنے سے مکمل گریز کیا جائے اور اگر کہیں ذکرِ ناگزیر بھی ہو گیا تو جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[31] کی قرآنی تعلیمات سے تجاوز نہ کرنے پائے۔ اس خوبصورت اہتمام بالالتزام نے تفسیر کی قدر وقیمت میں بیش بہا اضافہ کر دیا ہے اور اس طرح یہ تفسیر کسی گروہ کی نمائندگی کے بجائے دین کی نمائندہ بن گئی ہے، موجودہ فرقہ پرستی اور گروہ بندی کے دور میں یہ اسلوب اختیار کرنا دین فہمی، اسلامی شعور، ملی بہبود اور قومی وقار کی شاندار پاسداری کی واضح اور روشن دلیل ہے۔"[32]

علامہ مشتاق احمد چشتیؒ (سابق شیخ الحدیث انوارالعلوم) لکھتے ہیں:

"حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری، اعتدال پسند عالم دین ہیں، وہ صوفیاء کرام بالخصوص مشائخ چشت سے بہت متاثر ہیں، پیر صاحب ضیاء القرآن میں فرقِ باطلہ کی تردید کرتے ہیں، لیکن ان کی تردید کا انداز سطحی اور جذباتی نہیں ہوتا، بلکہ ان کی گہری تحقیق اور ان کے سوز دروں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ قرآن مجید کے اندازِ تذکیر وموعظت کا خاص خیال رکھتے ہیں اور قرآن کے قاری کو بڑے مؤثر انداز میں عمل اور اصلاح کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ دورِ حاضر کے مسائل پر بھی تبصرہ کرتے ہیں۔"[33]

اس میں شک نہیں کہ آپ متصلب حنفی ہیں اور اپنی تفسیر میں حنفی آراء کو تائید مہیا کی ہے لیکن دوسرے فقہی مذاہب کا پورا پورا احترام کیا ہے۔ بلکہ بعض محققین کے خیال کے مطابق تو آپ کا فقہی منہج تحقیق امام ابو حنیفہؒ سے مماثلت رکھتا ہے۔ آپ نے اپنی وسعت نظری اور کمال رواداری کے باوجود اپنے فقہی مذہب اور مسلک سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ البتہ صوفی ہونے کے ناطے آپ کا رہوارِ قلم پیہم فکری اعتدال کی شاہراہ پر گامزن رہا اور آپ نے اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے انتہائی سنجیدگی، متانت اور انسانی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ علامہ محمد

ڈاکٹر عبد القدیر خان لکھتے ہیں:

"پیر محمد کرم شاہ کی علمی قابلیت اور معلومات کے بارے میں اگر کتاب بھی تحریر کی جائے تو کافی نہ ہو گی۔ آپ کی دو تصانیف، ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ نہایت ہی اعلیٰ پائے کی کتابیں ہیں۔"[34]

ضیاء القرآن کی فنی اہمیت

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے جو معرکۃ الآراء تفسیر ضیاء القرآن تصنیف کی ہے یہ سابقہ تمام مفسرین کے اقوال وآراء کا بیش قیمت گنجینہ ہے اس میں جدید وقدیم تمام تفسیری رجحانات کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے اردو ادب کی اعلیٰ نمونہ تفسیر ہے جس میں علوم تفسیر کی تمام تر خوبیوں اور رعنائیوں کو یوں یکجا کر دیا گیا ہے کہ ضیاء القرآن اپنے مابعد اردو تفاسیر کے لئے بنیادی مصدر کی حیثیت سے منصہ شہود پر رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتی رہے گی۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے ہم عصر عظیم مفسر قرآن

علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے اپنی معروف تفسیر تبیان القرآن کی تکمیل کافی عرصہ بعد کی۔ تاہم انہوں نے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پر تفسیر ضیاء القرآن کا حوالہ دیا ہے۔ خاص طور پر طلاق کے مسئلہ پر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا سارا موقف بیان کیا ہے۔

اسی طرح سیرت نگار اور مفسر سید امداد حسین شاہ نے بھی اپنی تفسیر "امداد الکرم" کی بنیاد ہی تفسیر ضیاء القرآن کو بنایا ہے۔ اور خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ گویا جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تفسیر ضیاء القرآن تاقیامت آنے والے اردو لغت کے مفسرین کے لئے مینارہ نور اور مصدر و مرجع کی صورت میں باقی رہے گی۔ آنے والے مفسرین اس تفسیر سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ جو جسٹس الازہری کی علمی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

الغرض ضیاء القرآن ایک ایسی تفسیر بالماثور ہے جس میں ادب، تحقیق، محبتِ خدا و رسول، محبتِ صحابہ واہلبیت، محبت اولیاء وصلحاء، رواداری، مسلکی احترام، مذہبی اعتدال، اتحاد بین المسلمین کا درد، وعظ وارشاد اور حکمت و موعظت کا سوز اور قرآن فہمی کا موثر قرینہ سب کچھ موجود ہے اور اسی وجہ سے اہلِ علم ودانش میں اسے پذیرائی ملی ہے۔ اس میں بجا طور پر تحفظ ناموس مصطفی ﷺ کی پاسبانی، عصمت انبیاء کا تصور، فتنہ انکار سنت کا رد، فقہی محاسن، عصری و معاشی مسائل کا حل، سلوک و ارشاد کی مظہر، معاشرے میں عورت کا مقام و مرتبہ، یہود و نصاریٰ کے عقائد و عزائم، افکار سر سید کا تنقیدی جائزہ، دعائیہ اسلوب، اتحادِ امت کی پیامبر، جیسے بنیادی موضوعات سے مزین و مرصع ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی انفرادیت

پیر محمد کرم شاہ الازہری انفرادیت کی حامل شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت معلم، مفسر، محدث، سیرت نگار اور مفکر کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ تقریر، تحریر اور تدریس کے میدانوں میں آپ منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے بطور ماہر تعلیم مدارس دینیہ کے صدیوں پرانے نصاب درس نظامی کو جدید زمانے کے مطابق ترتیب دیا۔ جو عصر حاضر کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

ترجمہ قرآن میں انفرادیت

آپ کا ترجمہ قرآن جمال القرآن بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کا بہترین امتزاج ہے۔ ہر آیت کے ایک ایک لفظ کو سمجھنے کے لیے مفید ہے۔ آپ کی تفسیر ضیاء القرآن میں بھی ترجمہ قرآن کے لیے یہی اسلوب اختیار کیا گیا۔ جس کا بنیادی مقصد تسلسل کلام، روانی اور زور بیان کو قائم رکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے پڑھنے والا شخص علوم قرآنی سے آگاہی کے ساتھ ساتھ روحانی سکون بھی حاصل کرتا ہے۔

تفسیر قرآن میں انفرادیت

آپ نے سلف صالحین کی تفاسیر سے استفادہ، لغوی تشریحات کا ذکر، عنوانات کی حدیث سے تقویت، علم بلاغت کے قرینوں کا استعمال، قرآن کے ادبی، اعجازی پہلوؤں کا لحاظ کیا۔ آپ کی تفسیر بالماثور ہونے ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ آپ کی اس تصنیف کو عالمانہ، صوفیانہ اور ادیبانہ تفسیر کہا جا سکتا ہے۔

ضیاء الامت نے آیت قرآنی سے مدح رسول ﷺ کا استخراج نہایت عمدگی سے کیا ہے۔ جو ان کے حب رسول ﷺ کی نمایاں دلیل ہے۔

مسلکی تفاسیر خوبصورت انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ مختلف مسالک کی تفاسیر کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔ ان کی آراء کو نقل کیا ہے۔ بعض مقامات پر ان کی سراہت اور بعض مقامات پر رد بلیغ کیا ہے۔ جو دیگر تفاسیر میں مفقود ہیں۔ یہ ان کی تفسیر کا حسن ہے کہ ہر بات مکمل دلیل اور تحقیق سے بیان کی ہے۔ آپ کی تفسیر فقہ حنفی کی بہترین ترجمان اور ادبی تفسیر ہے۔

سائنس مفروضات اور قرآن میں انفرادیت

پیر محمد کرم شاہ الازہری کے دور میں مفسرین سائنسی مفروضوں کو قرآن سے ثابت کرنے کی بھرپور کوششیں کی جارہی تھی۔ حالانکہ کہ سائنسی مفروضات آئے روز تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ سائنسدان پہلے ایک مفروضہ پیش کرتے ہیں پھر خود ہی اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ پھر کوئی نیا مفروضہ پیش کرتے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ قرآن ایک ہدایت کی کتاب ہے۔ اسے سائنس کی کتاب طور پیش نہ کیا جائے۔ بلکہ قدیم وجدید انکشافات میں وہی نظریات درست ہیں جن کی تائید قرآن کریم سے ہوتی کہ قرآنی تصریحات کے خلاف نظریات غلطی پر مبنی ہیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

حجیت حدیث میں انفرادیت

حجیت حدیث کے موضوع پر سنت خیر الانام نامی کتاب تحریر کی۔ جو طرز بیان، اسلوب نگاری اور طریقہ استدلال کے اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہے۔ عقیدہ مومن کی تشریح وتفسیر ہے۔ اس کتاب کی جامعیت وانفرادیت یہ ہے کہ آپ نے اس میں قرآن، تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، فقہ واصول فقہ، سیرت الرسول، تاریخ اور لغت کی تقریباً 39 کتب سے استفادہ کرتے ہوئے تحریر کو نہایت مدلل انداز میں بیان کیا۔

منفرد سیرت نگاری

آپ نے سیرت النبی ﷺ پر ضیاء النبی کے نام سے سات جلدوں پر مشتمل ایک جامع کتاب تصنیف کی۔ سیرت نگاری کے ضمن میں بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا عرب وعجم کے حالات کو مفصل بیان کیا ہے۔ سیرت نگاری کا آغاز بعثت رسول ﷺ سے کیا۔ میلاد النبی ﷺ سے متعلق معاشرے میں پائی جانے والے توہمات اور غلط فہمیوں کا ازالہ نہایت مدلل انداز میں بیان کیا۔ سفر ہجرت اور مدینہ منورہ میں آمد اور مدینہ والوں کا جشن، انصار مدینہ کا جذبہ ایثار، مواخات مدینہ، مہاجرین کی آبادکاری، یہود اور دیگر قبائل سے معاہدہ جات، اور غزوات رسول ﷺ پر مدلل تحقیق بیان کی ہے۔ اصول فن رجال کی بنیاد پر مؤقف اہل سنت کو ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

سیرت نگاری کے میں آپ کے فضائل وکمالات پر مشتمل آیات واحادیث، اصول سیرت نگاری، آداب معاشرت، تعظیم رسول ﷺ اور متعلقات رسالت کا ادب احترام نہات مفصل انداز مین بیان کیا ہے۔ آپ کی کتاب ضیاء النبی کی چھٹی اور ساتویں جلد میں مستشرقین کی طرف سے سیرت رسول پر کیے جانے والے اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات ذکر کرکے شان رسالت ﷺ کا خود دفاع کیا ہے۔

فقہی آراء کا احترام

پیر محمد کرم شاہ الازہری فقہ حنفی کے جید عالم ہیں۔ اپنی تصانیف وتحاریر میں حنفی فقہاء کی آراء ودلائل کی تائید کرتے ہیں۔ اپنی وسعت نظری اور کمال رواداری کے باوجود اسی فقہی مذہب کے اصولوں پر قائم رہے۔ دیگر فقہاء کی آراء کا احترام کیا، اپنا نقطہ نظر انتہائی متانت، سنجیدگی سے پیش کیا۔

عالمی رسائل میں اشاعت

بہترین مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف کا اعزاز بھی اپنے نام کیا۔ جدید ومنفرد موضوعات پر مضامین تحریر کئے جو عالمی سطح کے رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ مصر میں سیرت النبی ﷺ کو فلمانے کے عدم جواز پر آپ نے ایک رسالہ تحریر کیا جو رسالہ الدعوۃ میں شائع ہوا۔ جس میں آپ نے اس کے مفاسد کو بیان کیا۔ جس کی تائید جامعہ ازہر کے اساتذہ اور طلباء نے بھرپور تائید کی۔ ان علماء کی آراء بھی "المصری" نامی رسالہ نے شائع کیں۔ انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ پر فلم کو ناجائز قرار دیا۔

مصر میں قیام کے دوران ایک مقالہ "الضارۃ الغربیہ فی نظر اقبال" تحریر کیا جو مصر کے نامور اخبار میں شائع ہوا۔ اہل علم کی جانب سے خوب سراہا گیا۔

الفاظ قرآنی سے باطل استدلال کا رد اور عقلی توجیہات

وہ عقل جو وحی کے مقابلے میں یا دلائل کتاب وسنت کے خلاف ہو وہ کبھی بھی وحی کا بدل نہیں ہوسکتی۔[35] نصوص قرآن وحدیث کو نظر انداز کرکے جن لوگوں نے التفسیر العقلی کی ہے انہوں نے غلط رجحان اختیار کیا ہے۔ البتہ تمام احکام شریعت اور روح شریعت کو مدنظر رکھ کر جن مفسرین نے عقلی تفسیر کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ اتجاہ التفسیر العقلی کی تصحیح بھی اس کے مطابق کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات عقل سے تعیین معنی کی احتیاج محسوس ہوتی ہے حتی کہ یہ ضرورت معانی الالفاظ کی تخصیص میں بھی پیش آتی ہے۔

حضرت سارہ زوجہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عمل فَصَكَّتْ وَجْهَهَا[36] پس طمانچہ دے مارا اپنے چہرہ پر کی تفسیر میں غلط استدلال کی عقلی تردید کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: بعض نادان لوگ فصحت وَجْهَهَا کے لفظ سے ماتم کرنے اور پیٹنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور اسے حضرت سارہ کی سنت کہتے ہیں۔ وہ خود ہی فرمائیں کہ کیا انہیں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ایسی ہی حیرت اور مسرت ہوئی ہے جس طرح حضرت سارہ کو فرزند کی بشارت سے ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہی ہے تو

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

انہیں زور زور سے منہ پر طمانچے مارنے چاہیں۔ خاندان نبوت کی پامالی پر وہ جتنا حیرت اور جس طرح مسرت کا اظہار کریں انہیں اس کا حق پہنچتا ہے، کیونکہ ان لوگوں نے امام پاک کو دھوکا سے کوفہ بلایا اور پھر ابن زیاد کے ساتھ مل کر گلستان نبوت کو تاخت و تاراج کیا۔ اگر ایسے نامبارک منصوبے کی کامیابی پر وہ خوش نہ ہوں گے تو اور کون خوش ہو گا، لیکن وہ ایمان دار جن کے دل سانحہ کربلا سے ٹکڑے ٹکڑے ہیں، جن کی آنکھیں اس حادثہ فاجعہ سے اشک بار رہتی ہیں وہ کس طرح خوشی کا اظہار کر سکتے ہیں۔ خوشی اور حیرت کے موقع پر کسی عورت کا اپنے منہ پر یوں طمانچہ لگانا اور ہے اور کسی کے غم میں اپنا منہ اور سینہ لہولہان کرنا اور ہے۔"[37]

وفات مسیح علیہ السلام میں عقلی و نقلی توجیہات

ارشاد باری تعالیٰ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسَىٰٓ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ [38] میں توفی کی بحث میں لکھتے ہیں: علم معانی کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی تو حقیقی معنی کو مجازی معنی پر ترجیح دی جائے گی۔ ہاں اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس کے ہوتے ہوئے حقیقی معنی متعذر ہو تو اس وقت معنی حقیقی کو ترک کر کے معنی مجازی مراد لیا جائے گا۔ لیکن اگر ایسے قوی قرائن موجود ہوں جو حقیقی معنی مراد لینے کے ہی مؤید ہوں تو اس حالت میں حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی مراد لینے پر اصرار کرنا تو الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔ اب آپ لفظ توفی کے معنی پر غور فرمائیے۔ تاج العروس میں لفظ "وفی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

{وتَوَفَّاهُ} ، أَي لم يَدَعْ مِنْهُ شَيْئا [1]

یعنی پورے کا پورا لے لیا اور اس سے کوئی چیز باقی نہیں رہنے دی۔

امام ابی عبداللہ القرطبی الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں:

توفيت مالي من فلان اى قبضته [39] یعنی میں نے اس سے سارا مال واپس لے لیا۔ یہ تو ہے لفظ توفی کا حقیقی معنی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: ہاں یہ موت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے جیسے صاحب تاج العروس نے لکھا ہے:

(و) من المجازِ: أَدْرَكَتْه ({الوَفاةُ) : أَي (المَوْتُ) والمَنِيَّةُ. } وتُوفِّيَ فلانٌ: إِذا ماتَ. ({وتَوفَّاهُ اللهاُ) ، عزَّ وجلَّ: إِذا (قَبَضَ نَفْسَه؛ وَفِي الصِّحاح، (رُوْحَهُ) . [2]

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ ایک لفظ کا حقیقی معنی ترک کر کے بغیر قرینہ کے اس سے مجازی معنی اخذ کرنے پر اصرار کرنا اس لفظ کے ساتھ کتنی بے جا زیادتی ہے۔ اور یہاں صرف اتنا ہی نہیں کہ مجازی معنی لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں بلکہ ایسے قوی قرائن موجود ہیں جو اس لفظ کے حقیقی معنی لیے جانے پر دلالت کرتے ہیں۔[40]

اس کے بعد شاہ صاحب نے قرائن پر بات کی ہے، اور بعد ازاں جمہور مفسرین کا موقف ذکر کیا ہے۔

لکھتے ہیں: ایک تو اس آیت کا سیاق و سباق اس امر کا قوی قرینہ ہے۔ یہاں گفتگو نجران کے عیسائیوں سے ہو رہی ہے جو حضرت مسیح کی الوہیت کے قائل تھے۔ مقصد کلام ہے اثبات توحید باری اور بطلان الوہیت مسیح۔ اگر حضرت عیسی علیہ السلام مر چکے ہوتے تو کتنی صاف بات تھی کہ نجران کے عیسائیوں سے کہہ دیا جاتا کہ جن کو تم خدا مانتے ہو وہ تو مر چکے ہیں۔ اور جو مر جائے کیا وہ بھی کہیں خدا بن سکتا ہے لیکن قرآن کا اس اسلوب کو اختیار نہ کرنا بلکہ اس انداز کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کی اس آیت کا مدعی حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کو بیان کرنا نہیں۔ دوسرا واضح قرینہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ہے:

«إن عيسى لم يمت وإنه راجع إليكم قبل يوم القيامة "[41]

رسول اللہ ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ عیسی مرے نہیں اور قیامت سے پہلے وہ تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔"

ان تصریحات کی موجودگی میں حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے جمہور مفسرین اس حقیقی معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ أي مستوفي أجلك ومؤخرك إلى أجلك المسمى، عاصماً إياك من قتلهم [42]

---

[1] محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: 1205هـ) تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهداية، باب وفى، 220/40

[2] محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: 1205هـ) تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهداية، باب وفى، 220/40

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مقررہ مدت تک زندہ رکھے گا اور تمہیں قتل سے بچائے گا۔"

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ أى مستوفى أجلك.معناه: إنى عاصمك من أن يقتلك الكفار ۔[43]

امام ابن جریر لکھتے ہیں:

وَأَوْلَى هَذِهِ الْأَقْوَالِ بِالصِّحَّةِ عِنْدَنَا قَوْلُ مَنْ قَالَ: مَعْنَى ذَلِكَ: إِنِّي قَابِضُكَ مِنَ الْأَرْضِ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ؛ لِتَوَاتُرِ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[44]

یعنی میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ اے عیسی میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں کیونکہ حضور کریم ﷺ کی احادیث متواترہ سے یہی چیز ثابت ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔[45]

پیر محمد کرم شاہ الازھری مرحوم نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں بعض مقامات پر قرآنی الفاظ کے معانی اور مفاہیم کو قرآن سے ہی متعین کیا ہے۔ اس موقف کو واضح کرنے کے لیے تفسیر مذکور سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں: عیسی علیہ السلام کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: وَ رُوح منه [46] اور وہ روح تھی اس کی طرف سے۔ "عیسی علیہ السلام کو روح منہ کہہ کر ان کے خصوصی شرف و مقبولیت کا اظہار کیا گیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ سے یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جز ہیں اگر روح منہ کے الفاظ سے جزئیت ثابت کی جائے تو اس میں عیسی کی قطعاً کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس سوال کے جواب میں مفسر موصوف قرآن کریم کے اس قسم کے مختلف اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں: کیونکہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف موجود ہے کہ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِی [47] کہ میں نے اپنی روح آدم میں پھونک دی۔ صرف آدم نہیں بلکہ تمام اولاد کے متعلق ارشاد ہے: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ روحه[48] یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ آدم کو مادہ منویہ سے تخلیق کر کے اور اس کے اعضاء کو درست کر کے اس میں اپنی روح پھونکی۔ صرف آدم و بنی آدم ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا جز ماننا پڑے گا وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ[49] اگر من روحہ اور منہ کے الفاظ سے کسی چیز کی جزئیت ثابت نہیں ہوتی تو پھر اگر وہی لفظ حضرت مسیح کے لیے استعمال ہوں تو ان سے جزئیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔"[50]

وَرَتِّلِ الْقُرانَ تَرْتِيلًا کی تفسیر میں ترتیل کا لغوی معنی بتانے کے بعد لکھتے ہیں:

اسی مناسبت سے ترتیل قرآن کا معنی ہو گا کہ اس کو آہستہ آہستہ سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کی تلاوت میں تیزی نہ کی جائے۔ اس آیت کی جامع اور دل نشین تفسیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ آپ سے اس آیت کا مفہوم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:

«بينه تبيينا ولا تنثره نثر الدقل ولا تهذه هذا الشعر قفوا عند عجائبه وحركوا به القلوب ولا يكن همّ أحدكم آخر السورة»[51]

آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ جس طرح تم جلدی جلدی ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہو اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو، ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ، اپنے دل کو اس کی اثر انگیزی سے متحرک کرو۔ تمہیں اس سورت کو جلدی جلدی ختم کرنے کا فکر نہ ہو۔"[52] اھل البیت میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن سب سے پہلے شامل ہیں۔ اس بات کا حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے مفسر موصوف لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهُ فِي يَوْمِهِ، فَأَعْطَى الْآهِلَ حَظَّيْنِ، وَأَعْطَى الْعَزَبَ حَظًّا» .[53]

حضور علیہ السلام نے آھل کو مال غنیمت میں دو حصے دیے اور اکیلے آدمی کو ایک حصہ دیا۔ آھل کا معنی بتایا گیا ہے کہ جس کی بیوی بھی ہو اور بچے بھی ہوں۔'[54] اس قسم کی بیسیوں مثالیں تفسیر ضیاء القرآن میں موجود ہیں کہ وہ حدیث نبوی سے بھی قرآنی لفظ کے معنی و مفہوم کا تعین کرتے ہیں۔

لفظ "مکر" کی عقلی تفسیری استدلال

ارشاد الٰہی ہے:

وَ مَكَرُوا وَ مَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ [55]

انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔"

The Study of Religion and History
THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

اس آیت کی تفسیر میں "مکر" کی وضاحت کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

'اس کا معنی حیلہ سازی بھی ہے اور یہی لفظ عربی میں صرف تدبیر کرنے اور کسی پنہاں سازش کو خفیہ طریقہ سے ناکام بنادینے کے معنی بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن اردو میں ہم اس لفظ "مکر" کو صرف دھوکہ دہی اور فریب کاری کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اور جب اس فعل کی نسبت ذات باری کی طرف ہوتی ہے تو ہمارا ذہن بلاوجہ طرح طرح کے شکوک وشبہات کی آماجگاہ بن جاتا ہے حالانکہ جب اس کا فاعل وہ ذات مقدس ہو جو ہر عیب، ہر نقص اور نازیبا فعل سے پاک ہے تو ہم لفظ "مکر" کا معنی صرف تدبیر یا وہ خفیہ طریقہ، جس سے دشمنان حق کے شیطانی منصوبوں کو خاک میں ملانا مقصود ہوتا ہے، کریں گے۔ اب کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔[56]

وَقَالَ الْمُفَضَّلُ: وَدَبَّرُوا وَدَبَّرَ اللَّهُ، وَالْمَكْرُ لُطْفُ التَّدْبِيرِ.[57]

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں: 'اور اگر ان لغوی تحقیقات کے لیے انسان کے پاس وقت نہ ہو تو کم از کم علم بدیع کے قاعدہ مشاکلت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ وہ یہ ہے کہ عربی میں کسی برے اور ناپسندیدہ فعل پر جو سزا دی جاتی ہے اسے اسی لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں اگرچہ وہ سزا کتنی مناسب اور قرین انصاف کیوں نہ ہو۔ مثلاً وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا [58] یعنی "برائی کا بدلہ برائی ہے اسی طرح حالانکہ برائی کی سزا برائی نہیں ہوتی بلکہ عین انصاف ہوا کرتی ہے یا مثلا فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ [59] یعنی جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرلو۔ حالانکہ زیادتی اور تعدی کی روک تھام کرنا زیادتی اور ظلم نہیں بلکہ دین اور اخلاق کے تمام ضابطے اس کے درست ہونے کی تائید کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کرنے کی جو مکارانہ سازش ان یہودیوں نے کر رکھی تھی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ناکام بنانے کی جو تدبیر کی گئی اسے مکر سے تعبیر فرمادیا اور اس میں کوئی نقص نہیں۔[60]

نتائج:

1. پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تفسیر ضیاء القرآن میں عقلی اور نقلی دلائل کا متوازن امتزاج پایا جاتا ہے، جس سے تفسیر میں اعتدال اور جامعیت پیدا ہوتی ہے۔
2. آپ نے جدید فکری و سائنسی اشکالات کا مدلل اور مؤثر جواب دے کر قرآنِ حکیم کی عصری معنویت کو اجاگر کیا۔
3. آپ کا اسلوبِ تفسیر سادہ، عام فہم اور علمی وقار کا حامل ہے، جس سے مختلف طبقات کے قارئین یکساں استفادہ کرتے ہیں۔
4. عقلی استدلال کے استعمال کے باوجود آپ نے دینی اصولوں اور مسلکی اعتدال کو برقرار رکھا، جو آپ کی فکری بصیرت کی دلیل ہے۔
5. ضیاء القرآن عصرِ حاضر میں ایک ایسی تفسیر کے طور پر سامنے آتی ہے جو روایت کی پاسداری کے ساتھ جدید ذہن کی رہنمائی بھی کرتی ہے۔

سفارشات:

1. ضیاء القرآن کے عقلی اسلوب پر مزید تحقیقی کام کیا جائے تاکہ اس کے علمی پہلوؤں کو مزید اجاگر کیا جا سکے۔
2. مدارس اور جامعات کے نصاب میں اس تفسیر کو بطورِ خاص شامل کیا جائے تاکہ طلبہ جدید اسلوبِ تفسیر سے واقف ہو سکیں۔
3. جدید فکری چیلنجز کے تناظر میں اس تفسیر کا تقابلی مطالعہ دیگر تفاسیر کے ساتھ کیا جائے۔
4. اس تفسیر کے اہم مباحث کو جدید زبانوں میں منتقل کیا جائے تاکہ عالمی سطح پر بھی اس سے استفادہ ممکن ہو۔
5. خطباء اور داعیانِ دین کو چاہیے کہ وہ ضیاء القرآن کے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ میں عقلی اور مؤثر انداز اپنائیں۔

حوالہ جات

1۔ آپ کا شمار جسٹس الازہریؒ کے اولین شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے درس نظامی کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم بھی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے حاصل کی۔ ایم۔ اے اکنامکس میں گولڈ میڈلسٹ ہیں۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد سے لے کر اب تک بحیثیت استاد اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جسٹس الازہری کی سب سے پہلی سوانح حیات لکھنے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No.1 2026

2۔ جسٹس الازہری کی زندگی کا احاطہ کرتے ہوئے جمالِ کرم اس سلسلے میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جو کہ 3 جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کو جسٹس الازہری کے شاگرد پروفیسر حافظ احمد بخش نے تصنیف کیا۔ یہ کتاب جسٹس الازہری کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔

3۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمالِ کرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، مارچ 2003ء، ج 1، ص 165

4۔ جمالِ کرم، ج 1، ص 166،165

5۔ سید عظمت علی شاہ کا تعلق خانوادہ سادات سے ہے۔ جسٹس الازہریؒ کے اولین شاگردوں میں سے ہیں۔ دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی کی معروف دینی درسگاہ کے سرپرست ہیں آپ نے سب سے پہلے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے لئے "ضیاء الامت" کا لقب استعمال کیا۔ بعد ازاں آستانہ عالیہ سیال شریف سے اس کی توثیق ہو گئی۔

6۔ جمال کرم، ج 3، ص 544

7 ۔ جمال کرم، ج 1، ص 167،166

8 ۔ عامر، الطاف احمد، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ایک عہد ساز شخصیت، اکبر بک سیلرز، لاہور، 2013ء، ص 8

9۔ جمالِ کرم، ج 1، ص 174

10۔ نازش، شانزہ، سیرت النبی اور ضیاء النبی کی روشنی میں مضامین سیرت (قبل از بعثت کا تقابلی جائزہ، زیر طبع، سیشن 2017-2019، ص 34

11۔ تجلیات ضیاء الامت، ص 22

12 ۔ تجلیات ضیاء الامت، ص 24

13۔ جمال کرم، ج 1، ص 195

14۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، حضور ضیاء الامتؒ کا مختصر خاندانی پس منظر اور دورِ طالب علمی، در ضیاء الامت نمبر، ضیائے حرم، ص 34

15۔ نعیم الدین، محمد، حافظ، فروغ علم میں مدارس دینیہ کا کردار (بھیرہ، مکتبۃ المجاہد، 2007ء)، ص 24،23

16۔ چوہدری، حسین، عمران، اجالوں کا نقیب، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1998ء، ص 9

17۔ تجلیات ضیاء الامت، ص 25

18۔ تجلیات ضیاء الامت، ص 25

19۔ جمال کرم، ج 2، ص 21

20۔ ساجد، محمد اکرم، تفسیر ضیاء القرآن اصحاب علم کی نظر میں در مجلہ جمال کرم، لاہور، 2010ء، ج 6-5، ش 4-1، ص 68

21۔ ایضاً، ص 70

22۔ چشتی، شہباز احمد، دانائے راز ضیاء الامت (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اپریل 2002ء)، ص 117

23۔ دانائے راز ضیاء الامت، ص 297

24۔ ساجد، محمد اکرم، تفسیر ضیاء القرآن اصحاب علم کی نظر میں در مجلہ جمال کرم، ج 5، ش 1، ص 70

25 دانائے راز ضیاء الامت، ص 328

26۔ ایضاً، ص 68

27۔ القزوینی، ابوعبداللہ، محمد بن یزید، ابن ماجہ، السنن، کتاب الزہد، باب الحکمت (بیروت، دار الاحیاء الکتب العربیہ، 273ھ)، ج 2، ص 1395

28 ۔ تفسیر ضیاء القرآن، ج 3، ص 166،165

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

29 ۔ تجلیات ضیاءالامت، ص285

30۔ تفسیر ضیاءالقرآن، ج1، ص11

31۔ النحل: 125:16

32۔ تجلیات ضیاءالامت، ص102

33۔ چشتی، مشتاق احمد، علامہ، علم تفسیر اور مفسرین (نیو ملتان، مکتبہ مہریہ کاظمیہ، جون 1993)، ص322

34۔ شہزاد، خرم، حضور ضیاءالامت مشاہیر کی نظر میں راولپنڈی، مونال پبلی کیشنز، مئی 2016، ص178

[35]۔ جامعہ ام القری (مکہ مکرمہ) کے پروفیسر عبدالرحمن حسن حبنكة الميداني مقدمات حول اعتماد العقل والعلم الانسانی بدیلا للدین کے تذکرے میں العقلانیۃ کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں: وكشفت هذه التجربة عدم كفاية العقل وحده للحكم على كل شيء (عبدالرحمن حسن حبنكہ میدانی: کواشف زیوف في المذاهب الفكرية المعاصرة ص: ۱۲۰، ط: ا، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء، دار القلم، دمشق)۔ اکیلی عقل کے ہر چیز پر حکم لگانے کے لیے ناکافی ہونے کو یہ تجربہ عیاں کرتا ہے۔" اس عقلی رجحان کو موصوف ضد الاتجاہ الدینی (دینی رجحان کے متضاد) قرار دیتے ہیں۔ (ایضاص: 159)

[36]۔ الذریت: 29/51

[37]۔ ضیاءالقرآن: 633/4

[38]۔ آل عمران: 55/3

[39]۔ ضیاءالقرآن: 1/235-236؛ أبو عبد الله محمد الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671ھ) دار الكتب المصرية – القاهرة الطبعة: الثانية، 1384ھ - 1964ء، 100/4

[40]۔ ایضاً: 326/1

[41]شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى: 1270ھ) روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 ھ، 172/2

[42]ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (المتوفى: 685ھ) أنوار التنزيل وأسرار التأويل دار إحياء التراث العربي – بيروت الطبعة: الأولى – 1418ھ 19/2

[43]۔ أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله (المتوفى: 538ھ) الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة: الثالثة - 1407ھ، 366/1

[44]۔ محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310ھ) تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2001ء، 450/5

[45]۔ ضیاءالقرآن، 236/1

[46]۔ النساء: 171/4

[47]۔ الحجر: 29/15

[48]۔ السجدۃ: 33/9-8

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

[49] ۔الجاثیۃ:13/25

[50] ۔ پیر محمد کرم شاہ الازھری، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1/ 426-425؛ البقرۃ 2/ 39

[51] شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى: 1270ھ) روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 ھ 15/ 116

[52] ۔ضیاء القرآن، 5/ 402

[53] ۔ أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275ھ)، سنن أبي داود، بيروت: المكتبة العصرية، صيدا، باب في قسم الفئ، 3/ 136، رقم: 2953

[54] ۔ضیاء القرآن، 4/ 55

[55] ۔ آل عمران، 3/ 54

[56] ۔ضیاء القرآن، 1/ 234

[57] أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745ھ) البحر المحيط في التفسير دار الفكر – بيروت الطبعة: 1420ھ، 3/ 175

[58] ۔الشوری، 42/ 40

[59] ۔البقرۃ، 2/ 194

[60] ۔ضیاء القرآن، 1/ 235